Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۷۴/۳۹	بدھ ۲۷ جمادی الاول ۱۴۱۰ھ، ۲۷ فتح ۱۳۶۸ ہش، ۲۷ دسمبر ۱۹۸۹ء	نمبر ۲۹۴	

عظیم الشان کام لینے کا طریق

"کوئی چیز کیسی ہی بے عقل کیوں نہ ہو اگر صاحب فہم و عقل کے ہاتھ میں ہو تو اس سے عظیم الشان کام لئے جا سکتے ہیں۔ ہم تو محض مہرے ہیں اور اس حیثیت کو ہمیشہ سمجھنا اور ہمیشہ پیش نظر رکھنا احمدی کے لئے ضروری ہے"۔

(ارشاد سیدنا امام جماعت احمدیہ (الرابع) الفضل ۲۰ دسمبر ۱۹۸۹ء)

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"یاد رکھو انسان کے اندر ایک بڑا چشمہ لذّت کا ہے۔ جب کوئی گناہ اس سے سرزد ہوتا ہے تو وہ چشمۂ لذّت مکدّر ہو جاتا ہے اور پھر لذّت نہیں رہتی۔ مثلاً جب ناحق گالی دے دیتا ہے یا ادنیٰ ادنیٰ سی بات پر بدمزاج ہو کر بدزبانی کرتا ہے تو پھر ذوقِ نماز جاتا رہتا ہے۔ اخلاقی قویٰ کو لذّت میں بہت بڑا دخل ہے۔ جب انسانی قویٰ میں فرق آئے گا تو اس کے ساتھ ہی لذّت میں فرق آ جاوے گا۔ پس جب کبھی ایسی حالت ہو کہ اُنس اور ذوق جو نماز میں آتا تھا وہ جاتا رہا ہے تو چاہیئے کہ تھک نہ جاوے اور بے حوصلہ ہو کر ہمت نہ ہارے بلکہ بڑی مستعدی کے ساتھ اس گمشدہ متاع کو حاصل کرنے کی فکر کرے اور اس کا علاج ہے توبہ، استغفار، تضرّع۔ بے ذوقی سے ترکِ نماز نہ کرے۔ بلکہ نماز کی اور کثرت کرے"۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۳۱-۴۳۲)

"اگر کوئی کہے کہ شیطان و ملائکہ دکھلاؤ تو کہنا چاہیئے کہ تمہارے اندر یہ خواص کہ بیٹھے بٹھائے آناً فاناً بدی کیطرف متوجہ ہو جانا یہاں تک کہ خدا تعالےٰ کی ذات سے بھی منکر ہو جانا اور کبھی نیکی میں ترقی کرنا اور انتہا درجہ کی انکساری و فروتنی و عجز و نیاز میں گر جانا یہ اندرونی کششیں جو تمہارے اندر موجود ہیں۔ ان سب کے محرک جو قویٰ ہیں وہ ان دو الفاظ ملک و شیطان کے وجود میں مجسم ہیں۔

سعادت اسی میں ہے کہ خدا تعالےٰ کی ہستی پر ایمان لایا جاوے اور اس کو حاضر و ناظر یقین کیا جاوے اور اسکی عین موجودگی کا تصوّر دل میں رکھ کر ہر ایک بدی و ناراستی سے پرہیز کیا جاوے یہی بڑی دانش و حکمت ہے اور یہی معرفتِ الٰہی کا سیراب کرنے والا شیریں سوتہ ہے جس سے اور جس کے لئے اہل اللہ ایک ریگستان کے پیاسے کی طرح آگے بڑھ کر خوش مزگی سے پیتے ہیں"۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۳۶)

اعلان برائے داخلہ

نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ کے سینئر سکول میں مندرجہ ذیل نشستوں کے پُر کرنے کے لئے داخلہ کا امتحان مورخہ ۶ جنوری ۱۹۹۰ء صبح نو بجے شروع ہوگا۔ امتحان صرف انگریزی۔ حساب اور اردو کے مضامین میں ایک ہی روز لیا جائے گا۔ کامیاب طلباء کی فہرست ۹ جنوری کو بورڈ پر لگ جائے گی۔

کامیاب طلباء کا انٹرویو مورخہ ۱۰ جنوری بروز بدھ صبح ۹ بجے ہوگا۔ احباب مطلع رہیں کہ امسال چھٹی جماعت کا ذریعہ تعلیم انگریزی ہوگا۔

کلاس	نشستیں
ہفتم	۱۰
ششم	۳۶

نوٹ:۔ داخلہ کے خواہشمند طلباء داخلہ فارم و پراسپیکٹس ۴ جنوری تک دفتر سے حاصل کر لیں۔

پرنسپل
نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ

ضروری اعلان

صدر انجمن احمدیہ کے پنشنر وفات یافتہ کارکنان کی بیوگان دفتر محاسب کو اپنے ایڈریس (پتہ) سے فوری طور پر مطلع فرمائیں۔

(محاسب صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان)

اپنے بھائی کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو

ارشادات سیدنا حضرت فضل عمر اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو

"روحانیت اور تقویٰ یہی ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کی محبت کے اثر کے نیچے کوئی کام کرے۔ اگر وہ عقل کے ماتحت ہو کر کوئی کام کرتا ہے تو وہ اچھے اخلاق والا کہلاتا ہے اور اگر ان دونوں سے باہر جا کر کام کرتا ہے تو وہ خودسر کہلاتا ہے۔ انسان ایک ہی قسم کا ہوتا ہے۔ لیکن اس کی حالتوں کے بدلنے سے اس کے نام بدل جاتے ہیں۔ اور عادات کے لحاظ سے وہ اچھا یا بُرا کہلاتا ہے۔ پس ہمیشہ انسان کو اپنے نفس کا اور اپنے ساتھی کے نفس کا مطالعہ کرنا چاہیئے کہ جس رنگ میں مَیں دوسروں کے ساتھ سلوک کرتا ہوں۔ کیا میرا نفس اس سلوک کو اپنے متعلق پسند کرتا ہے۔ اگر انسان یہ سوچتا رہے تو اس رنگ میں آہستہ آہستہ اس کے اخلاق کی درستی ہوتی رہتی ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ دوسروں سے سلوک کرتے وقت یہ محسوس نہیں کرتے کہ مَیں دوسروں کو کیا کہہ رہا ہوں لیکن اگر ویسا ہی سلوک ان سے کیا جائے تو اُسے بُرا سمجھتے ہیں۔ دیکھو قرآن کریم میں دوسروں کے جذبات کا کس قدر خیال رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صدقہ و خیرات کرتے ہوئے یہ بات مدِّ نظر رکھو کہ ردی چیزیں صدقہ و خیرات میں نہ دو بلکہ وہ چیزیں دو کہ اگر تم کو وہ دی جائیں تو تمہیں لینے میں کوئی اعتراض نہ ہو۔ سوائے اس کے کہ تم دوسرے کا لحاظ کر کے لے لو۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بتایا ہے کہ احسان بھی ایسے رنگ میں کرو کہ دوسرے کو گراں نہ گزرے۔ مثلاً آم تو خود کھا لیا اور چھلکا اور گٹھلی کسی غریب کو دے دی کہ لو میاں تم کھا لو۔ یہ نہایت شرمناک بات ہے وہ خود اٹھا کر کھا لے تو اور بات ہے وہ تو اس کا اپنا فیصلہ ہے۔ ہم نے تو اسے نہیں کہا۔ لیکن ہمیں یہ نہیں چاہیئے کہ اسے ایسی چیزیں دیں"۔

(ارشادات حضرت فضل عمر فرمودہ ۱۶ فروری ۱۹۴۷ء)

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر :—— آغا سیف اللہ ، پرنٹر :—— قاضی منیر احمد
مطبع :—— ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ
مقامِ اشاعت :— دارالنصر غربی ربوہ ، قیمت :—— ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۷، فتح ۱۳۶۸ ہش ۲۷، دسمبر ۱۹۸۹ء

ایمان بالغیب

کوئی کام ہمارے سپرد کیا جائے تو شعوری طور پہ یا لاشعوری طور پر سب سے پہلی بات جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ کیا ہم اس کام کو کر بھی سکیں گے یا نہیں ۔ اگر ہم یہ سمجھیں کہ ہم کام کر سکتے ہیں تو شروع کر دیں گے اور حتی الامکان تک کوشش جاری رکھیں گے ۔ یہ اور بات ہے کہ وہ کام ہم سے ہو جاتا ہے یا نہیں ۔ لیکن ہم یہ سمجھیں کہ یہ کام ہم سے نہیں ہو سکتا تو اس کے شروع کرنے پر دل آمادہ ہی نہیں ہو سکتا ۔ اگرچہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ نہ کر سکنے کے متعلق ہمارا خیال غلط ہو اور واقعی ہم وہ کام کرنے کے اہل ہوں ۔

یہ تو ہے انسانی سوچ کی بات ۔ اور یہ وہ سوچ ہے جس سے عمل کی قوت اور قوت ارادی کا پتہ چلتا ہے ۔ جس سے ہمارے کام کر سکنے یا نہ کر سکنے کے احساس کا اندازہ ہوتا ہے ۔ لیکن اس کے علاوہ ایک اور بات بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا کہتا ہے کہ یہ کرو ۔ اور ساتھ ہی کہتا ہے کہ یہ کام ہو کر رہے گا ۔ ایسی حالت میں ہماری سوچ کی بنیاد نہ ہماری قوتِ ارادی ہوتی ہے نہ قوتِ عمل ۔ بلکہ غیب پر ایمان ۔ اگر ہم یہ مانتے ہیں کہ خدا نے یہ بات کہی ہے تو اپنے آپ کو لاشے جاننے کے باوجود ہم اس یقین سے پُر ہوتے ہیں کہ یہ کام ہوگا اور ضرور ہوگا ۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس طرح ہوگا ۔ لیکن یقین یہ ہوتا ہے کہ کام بہرحال ہو کر رہے گا ۔ یہ ایمان بالغیب کا معجزہ ہے کہ وسائل کی عدم موجودگی کے باوجود یہ یقین دلاتا ہے کہ کام ضرور ہوگا ۔

ہماری جماعت کے ذمہ جو کام لگایا گیا ہے اس کی وسعت کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے چہ جائے کہ یہ سوچا جائے کہ وہ انسان کی طاقت کے اندر ہے ۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ خدا نے کہا ہے کہ یہ کام ہوگا تو یہ کام ضرور ہوگا ۔ البتہ شرط یہ بھی ہے کہ ہم اپنی کمزوری اور بے بسی کے باوجود جو کچھ ہم سے ہو سکتا ہے ہم ضرور کریں ۔

اب تو یہ بھی آسان ہو گیا ہے کہ اس ایمان بالغیب کے کچھ نتائج سامنے آ گئے ہیں ۔ گذشتہ سَو سال میں جو کچھ ہو چکا ہے وہ کسی ایک انسان سے یا ایک بے بس سی جماعت سے کہاں ممکن تھا لیکن سب کچھ ہو گیا ہے ۔ اور موجودہ کیفیت ہمیں یقین دلاتی ہے کہ خدا تعالٰے کے تمام وعدے پورے ہوں گے اور ہم خدا کی رضا کی راہوں پر چلتے ہوئے وہ سب کچھ ہوتا دیکھیں گے جس پر ہمارا ایمان بالغیب ہے ۔

رہتے ہیں اپنے آپ سے ہم محوِ گفتگو
غیروں کا کیا سُنیں نہ سُنیں وہ ہماری بات
کچھ مانگ کر دعائیں خشوع و خضوع سے
ہم نے خدا کے ہاتھ میں دے دی ہے ساری بات

ابوالاقبال

○

آپ کے اطمینان کی خاطر مَیں تو بہت کچھ کرتا ہوں
آپ کو ٹھوکر لگ جانے سے دل ہی دل میں ڈرتا ہوں

خدمت کرنے سے مَیں اپنے آپ کو کمتر کیوں جانوں
عجز کی دھول میں اَٹ جانے سے مَیں تو اور نکھرتا ہوں

آؤ میری ہمسفری میں کانٹوں کے ہمراز بنو
مَیں تو جانے انجانے کانٹوں پر پاؤں دھرتا ہوں

وہ اپنی باتوں کے کیچڑ سے مجھ کو لَت پَت کرتے ہیں
مَیں اپنی خاموش دعاؤں سے کچھ اور سنورتا ہوں

وہ جتنا محدود کریں مَیں اتنا پھیلنے لگتا ہوں
وہ جتنے بال و پَر کاٹیں مَیں اور اڑانیں بھرتا ہوں

دنیا میں یہ ہوتا آیا ہے دنیا میں یہ ہوتا جائے گا
باتوں سے نہیں کردار کی عظمت سے مَیں دِل میں اُترتا ہوں

سچ کی تو پذیرائی ہے بہت اور ہے بھی ساری دنیا میں
پر جھوٹ کے ہیبتناک انجام سے مَیں ہر لحظہ لرزتا ہوں

وہ میرا تعاقب کر کے مری رفتار کو اور بھی تیز کریں
وہ آئیں ، نسیم مجھے دیکھیں کن راہوں سے مَیں گزرتا ہوں

نسیم سیفی

نسلِ انساں سے مدد اب مانگنا بیکار ہے
اب ہماری ہے تری درگاہ میں یا رب پکار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تلقینِ عمل

حضرت فضلِ عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو)

حضرت فضل عمر نے مجلس خدام الاحمدیہ کے پروگرام میں ہاتھ سے کام کرنے کی اہمیت کی طرف بہت زور دیا ہے غالباً اردو زبان میں وقارِ عمل کی اصطلاح اسی زمانہ میں شروع ہوئی جب مجلس کے زیر انتظام ہاتھ سے کام کرنے کو موجب عار و ذلت سمجھنے کی بجائے وجہ افتخار و عزت سمجھنے کا عملی پروگرام شروع ہوا۔

ہمارے ملک کی عجیب حالت ہے کہ یہاں پر بعض حلقوں میں ہاتھ سے کام کرنے کو موجب عار سمجھا جاتا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ بعض کاموں کو معیوب اور ذلیل سمجھا جاتا ہے حالانکہ مذہب اور عقل کی رو سے نکماپن، کاہلی، سستی تو یقیناً قابل نفرت ہے مگر اپنی خداداد صلاحیتوں اور استعدادوں کو کام میں لاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ کام کرنا ہی خدائی منشاء کے مطابق اور اس کے فضلوں اور برکتوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس غلط خیال کو دور کرنے اور عملی طور اس خرابی اور برائی کو ختم کرنے اور ہاتھ سے کام کرنے کی عظمت کو نمایاں کرنے کے لئے ابتداً قادیان میں اور پھر ہر جگہ جہاں مجلس قائم تھی وقارِ عمل منائے جانے لگے۔

قادیان کے وقارِ عمل کا نظارہ بہت ایمان افروز ہوتا تھا۔ ادھر ادھر سے کدالیں ٹوکریاں اور بالٹیاں وغیرہ مانگ کر مجلس کے زیر انتظام کسی ٹوٹے ہوئے رستہ یا گند بہانے والی بدرو کی مرمت کا کام کیا جاتا تھا اور اس کام کے کرنے میں خاندان حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے افراد علماء سلسلہ سبھی شامل ہو کر اسے کامیاب بنانے میں شامل ہوتے تھے اس عمل کے وقار کو اس وقت چار چاند لگ جاتے تھے۔ جب حضرت فضل عمر بنفس نفیس کبھی مٹی اکھیڑتے اور کبھی ٹوکری اٹھا کر مٹی ڈھونے کے کام میں خود شامل ہو کر خدام کی حوصلہ افزائی فرماتے اس نظارے کو دیکھ کر خدام ہی نہیں بڑی عمر کے بزرگ اور اطفال بھی جوش و جذبہ سے بھر جاتے اور دنوں کا کام گھنٹوں میں پورا کر کے عہد دہراتے اور دعا کرنے کے بعد پھر ملنے اور کام کرنے کے اشتیاق کو لئے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے۔

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے قادیان کے بعد بیرونی مجالس میں بھی یہ پروگرام شروع کیا گیا۔ مجلس دہلی کے ایک وقارِ عمل کو دیکھ کر مشہور صحافی اور صاحب طرز ادیب جو مذہبی حلقوں میں بھی بہت عزت کا مقام رکھتے تھے۔ جناب خواجہ حسن نظامی دہلوی نے لکھا۔

"آج دہلی کی قادیانی جماعت کے چالیس افراد خدمت خلق کے لئے آئے تھے مجھ سے کہا کہیں کا رستہ صاف کرنا ہو تو بتا دیجئے۔ میں نے اپنے مسافر خانہ کا راستہ خود جا کر بتایا اور ان لوگوں نے مزدوروں کی طرح پھاؤڑے لے کر راستہ صاف کیا۔ ان میں وکیل بھی تھے اور بڑے بڑے عہدوں کے سرکاری نوکر بھی تھے۔ ان کے مظاہرے کا درگاہ کے زائرین اور حاضرین پر بہت اثر ہوا۔ ایک صاحب نے کہا کہ پراپیگنڈہ کے لئے یہ کام کر رہے ہیں میں نے کہا حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے جو شخص ظاہر داری کے لئے خدمت کرتا ہے۔ اس کو ایک اجر ملتا ہے اور جو محض خدا کی رضا کے لئے خدمت خلق کرتا ہے اس کو دو اجر ملتے ہیں درگاہوں سے اعتقاد رکھنے والے اپنی ذات کے لئے مجاہدے کرتے ہیں۔ اس قسم کے مجاہدے جن کا تعلق عوام کی آسائش سے ہو بہت کم دیکھے جاتے ہیں"۔

(منادی ۱۶ ستمبر ۳۹ء)

اس پروگرام پر پوری طرح عمل کر کے ہم اپنے ماحول کی صفائی کے علاوہ اور بھی بہت سے مفید کام کر سکتے ہیں اور ہاتھ سے کام کرنے کی وجہ سے کئی اخلاقی اور روحانی فوائد حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ کفایت و بچت کا فائدہ بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

حضرت فضل عمر وقارِ عمل کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس تحریک سے دو ضروری فوائد حاصل ہوں گے۔ ایک تو نکماپن دور ہو گا دوسرے غلامی کو قائم رکھنے والی روح کبھی پیدا نہ ہو گی۔ یہ فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ فلاں کام برا ہے اور فلاں اچھا ہے۔ برا کام کوئی نہ کرے اور اچھا کام چھوٹے بڑے سب کریں۔ برا کام مثلاً چوری ہے۔ یہ کوئی بھی نہ کرے اور جو اچھے ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی عار نہ سمجھا جائے تا اس کے کرنے والے ذلیل نہ سمجھے جائیں اور جب دنیا میں یہ مادہ پیدا ہو جائے کہ کام کرنا ہے اور نکما نہیں رہنا اور کسی کام کو ذلیل نہیں سمجھنا تو اس طرح کوئی طبقہ ایسا نہیں رہے گا جو دنیا میں غلامی چاہتا ہو۔"

(الفضل ۱۷ مارچ ۳۹ء)

حضور کے اس ارشاد سے یہ بات بہت نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ ہر وہ شخص جو ہاتھ سے کام کرنے کو عار اور ذلت سمجھتا ہے یا روزمرہ کے ضروری کاموں میں تفریق کرتا اور بعض کاموں کو اچھا اور اس کے مقابلہ میں بعض دوسرے کاموں کو ذلیل سمجھتا ہے وہ غلامانہ ذہنیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وقارِ عمل کرنے اور اس کی روح کو سمجھنے کی توفیق دے کر آسمان سے نازل ہونے والی عزت سے سرفراز فرما دے۔

حضرت فضل عمر فرماتے ہیں:۔

عمر کوئی چیز نہیں بلکہ درحقیقت انسان کی امنگ اور حوصلہ ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کے حضور اسے مقرب بنا دیتا ہے اور جو اس کی کوششوں کو ہر زمانے میں جا کر نوجوانوں سے آگے بڑھا دیتا ہے۔ پس ان خطبات میں اگرچہ بظاہر میرے مخاطب وہ لوگ ہیں جنکی عمر ۴۰ سال سے کم ہے مگر حقیقتاً وہ لوگ بھی میرے مخاطب ہیں جن کی عمر خواہ کتنی ہو مگر خدمتِ دین میں وہ دوسروں سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں اور یہ لوگ ظاہری نوجوانوں سے زیادہ ثواب کے مستحق ہوتے ہیں کیونکہ نوجوانوں کے تو جسم بھی کام کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ مگر ان کے جسم جواب دے چکے ہوتے ہیں۔ اور ان کی مثال ان غرباء کی ہوتی ہے جن کے پاس دولت نہیں ہوتی مگر چندوں کے وقت وہ دوسروں سے پیچھے رہنا گوارا نہیں کرتے۔ قرآن کریم میں اشارۃً ایک ایسے واقعہ کا ذکر آتا ہے جسکی تفصیلات احادیث سے یوں معلوم ہوتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چندے کی تحریک کی ایک صحابی مجلس سے اٹھے اور جا کر کنویں پر کام کیا وہاں سے کچھ جو مزدوری کے طور پر حاصل کر کے لائے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مختلف لوگ چندے لا رہے تھے۔ کوئی سینکڑوں اور کوئی ہزاروں روپے۔ مگر انہی میں یہ صحابی بھی وہ جو لے کر آئے جو دونوں ہاتھوں میں تھے اور لا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے اس پر منافق ہنسے اور کہا کہ ان جوؤں سے دنیا فتح کی جائے گی۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہزاروں روپوں سے زیادہ تھے کیونکہ اس کے پاس کچھ نہیں تھا مگر اس نے خیال کیا کہ میں دوسروں سے پیچھے کیوں رہوں۔ اپنے جسم سے کام لیا مزدوری کی اور جو ملا لا کر حاضر کر دیا یہی حال ان بوڑھوں کا ہے جن کے جسم اگرچہ جواب دے چکے ہیں مگر دل جوان ہیں۔ اور وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ثواب میں پیچھے رہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ جوان ہی ہیں بلکہ جوانوں سے زیادہ ثواب کے مستحق ہیں جس طرح غریب لوگ باوجود تھوڑی رقم دینے کے کئی زیادہ دینے والوں سے زیادہ ثواب کے مستحق ہوتے ہیں۔"

حضرت فضلِ عمر (اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرماتا رہے) فرماتے ہیں کہ:

تم ہر ممبر سے یہ اقرار لو کہ اگر وہ جھوٹ بولے گا۔ اور اس کا جھوٹ ثابت ہو جائیگا تو وہ خوشی سے ہر سزا برداشت کرنے کے لئے تیار رہے گا۔ جب تم سچائی پر قائم ہو جاؤ گے جب تم نمازوں میں باقاعدگی اختیار کر لو گے۔ جب تم دین کی خدمت کیلئے رات دن مشغول رہو گے۔ تب جان لینا کہ تمہارا قدم ایسے مقام پر ہے جس کے بعد کوئی گمراہی نہیں۔ اسی طرح تمہیں چاہیئے کہ تم تحریک جدید کے متعلق میرے گذشتہ خطبات سے تمام ممبران کو واقف کر دو اور ان سے کہو کہ وہ اوروں کو واقف کریں اور پھر ہر شخص اپنی بہن اپنی بیوی اور اپنے بچوں کو ان سے واقف کرے اسی طرح میں لجنات اماء اللہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس رنگ میں کام کریں اور جہاں جہاں لجنہ ابھی تک قائم نہیں ہوئی۔ وہاں کی عورتیں اپنے ہاں لجنہ اماء اللہ قائم کریں اور وہ بھی اپنے آپ کو تحریک جدید کی والنٹیر سمجھیں اور دین حق کی ترقی کیلئے اپنی زندگی کو وقف قرار دیں۔ اگر تم یہ کام کرو تو دنیا میں تمہارا نام کوئی جانے یا نہ جانے اور اس دنیا کی زندگی کی حقیقت ہی کیا۔ چند سال کی زندگی ہے اور بس۔ مگر خدا تمہارا نام جانے گا اور جس کا نام خدا جانتا ہے اس سے زیادہ مبارک اور خوش قسمت اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل ۳۸ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امتہ القیوم
دارالعلوم ربوہ

پردہ بوجھ نہیں اگر......

پردہ ایک ایسا مضمون ہے جس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا رہا ہے خدا کرے کہ میرا یہ مضمون بھی پردہ کی احادیث کے بیان کی ایک کڑی ثابت ہو اس مضمون میں، میں صرف ایک بات کی جانب توجہ مبذول کروانا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ پردہ اس وقت تک پردہ کہلانے کا مستحق نہیں گردانا جا سکتا جب تک کہ پردہ اختیار کرنے والا فرد اس کی اصل اور مفہوم سے واقفیت نہ رکھتا ہو۔

جس طرح ظاہر و باطن کے تضاد سے انسانی شخصیت نامکمل کہلاتی ہے بالکل اسی طرح پردہ بھی اپنی اصل اور اپنی روح کے بغیر پردہ نہیں کہلا سکتا۔

یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ جن گھرانوں میں پردہ کو جبراً خواتین پر مسلط کیا جاتا ہے وہیں پر موقع ملتے ہی پردہ باغی ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ وجہ اس بغاوت کی یہ بنتی ہے کہ پردہ شروع کروانے سے قبل اس کو اختیار کرنے کا فائدہ اور اختیار نہ کرنے کے نقصانات کھول کر بیان نہیں کئے جاتے۔ اگر گھروں میں پردہ کروانے سے قبل پردہ کے مسائل پر مفصل بحث کر لی جائے تو اس طرح اختیار کیا جانے والا پردہ غلط نہیں ہو سکتا۔ جو خواتین اور بچیاں اجلاسوں پر باقاعدگی سے جاتی ہیں وہ خود بخود پردہ کی طرف مائل ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ مسلسل پردہ کے مسائل کے بارہ میں سنتی رہتی ہیں۔ ہمارا مذہب تو زبردستی یا جبر کا قائل ہی نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہر چیز کو اتنے مفصل مدلل اور مکمل انداز میں پیش کرتا ہے کہ انسان خود بخود اس کا قائل ہو جاتا ہے اگر پردہ کو خوب اچھی طرح سے سمجھ کر اختیار کیا جائے تو یہ پردہ ایک بوجھ کے بجائے نہایت ہی آسان ثابت ہوتا ہے

کچھ بڑے شہروں میں رہنے والی خواتین کا خیال ہے کہ اگر وہ پردہ کو مکمل طور پر اختیار کر لیں گی تو سوسائٹی میں ان کو پسماندہ خیال کیا جائے گا جو اُن کے لئے کسی طرح بھی قابلِ قبول نہیں۔ ایسی خواتین رسماً برقعہ یا کوٹ تو پہن لیتی ہیں مگر چہرہ کو مکمل طور پر پردہ سے آزاد رکھتی ہیں۔ اگرچہ کچھ خاص شعبوں میں ڈیوٹی کے دوران چہرہ کھلا رکھنا پڑتا ہے مگر یہ بات بے حد غیر مناسب معلوم ہوتی ہے کہ بازاروں میں خریداری کرتے وقت اور سڑکوں پر چلتے وقت یا پھر مخلوط تعلیمی اداروں میں پردہ کا خاص خیال نہ رکھا جائے کیونکہ پردہ کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ عورت اپنی زینت کو چھپائے اور زینت میں سرفہرست چہرہ ہے۔ یہ فطری بات ہے کہ ہر خاتون کی خواہش آرائش ہوتی ہے اور اس ضمن میں سب سے قبل چہرہ کو پرکشش بنانے پر توجہ دی جاتی ہے۔ کیونکہ چہرہ ہی ایسی چیز ہے جو مقابل کی تمام تر توجہ کا مرکز بنتی ہے جبکہ جدید برقعہ پردہ کے تقاضے پورے کرنے کی بجائے فیشن کے تقاضے پورے کرتا نظر آتا ہے اور یہ برقعہ چہرہ پر ڈالے جانے والے نقابوں سے بے نیاز ہوتا جا رہا ہے لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ملتا ہے کہ پردہ کو رسماً تو اختیار کیا جا رہا ہے مگر اس کی اصل اور اس کی روح سے آشنائی ختم ہو رہی ہے چونکہ ہماری والدہ اور ان کی والدہ پردہ کرتی تھیں اس لئے ہمیں بھی پردہ کرنا ہے مگر صرف فرض کے طور پر اس لئے کیوں نہ اس کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا جائے۔ مگر اس وقت ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ ہمیں نمونہ بننا ہے دیگر اقوام کے لئے۔

خود ہمارے ملک میں اور بیرونی ممالک میں جماعت کے اندر ایسی خواتین کی بھاری تعداد موجود ہے جو پردہ کے مقاصد سے مکمل آگاہی رکھتی ہیں اچھا اور مکمل پردہ کرتی ہیں۔ مغربی احمدی اور نو احمدی خواتین بھی شاندار اور مکمل پردہ کرتی ہیں اب ہم سے سیکھ کر وہ ہمیں پردہ کی مثال مہیا کر رہی ہیں۔

خدا تعالیٰ کا ہمیں ہر لمحہ پر شکریہ ادا کرتے رہنا چاہیئے کہ ہماری جماعت کی خواتین تمام بہت محترم، معزز، معتبر اور قابلِ صد ستائش ہیں۔ دنیا کی دیگر خواتین کے مقابلہ میں ہماری خواتین جنت میں رہتی ہیں۔ مغربی ممالک کی خواتین کو آج جن مسائل کا سامنا ہے ان میں سے بیشتر مسائل اگر بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو سراسر بے پردگی کی پیداوار ہیں۔ اسی بے پردگی نے اُن کی عزتِ نفس کو پیروں تلے بُری طرح سے روند ڈالا ہے اگرچہ دور سے دیکھنے پر ہم مغربی کلچر کو پرکشش محسوس کرتے ہیں مگر خدارا کچھ قریب ہو کر ان خواتین کو دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ وہ اس وقت ایک عذاب سے گذر رہی ہیں۔

اگر پردہ اہم نہ ہوتا اور بے پردگی گندی سوسائٹی اور خواتین کے تمام مسائل کی پیداوار کی ذمہ دار نہ ہوتی تو کبھی بھی عورتوں کے پردے پر اتنا زور نہ دیا جاتا۔ آج کل جب مغرب میں پردہ کی احادیث کو بیان کیا جاتا ہے تو وہ لوگ برملا اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپ کی خواتین تو جنت میں رہتی ہیں اور وہ قابلِ احترام ہیں۔ اگرچہ اس سے قبل وہ لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ پردہ آج کی عورت کے لئے قید کا درجہ رکھتا ہے۔ ان کے معاشرے نے تو انہیں مذہب اور اس کے مسائل کا شعور بھی نہیں دیا مگر ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے مذہب کے معاملے میں باشعور ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کا ایک خاص انعام ہے ہمارے لئے ہمیں اس کو خدا تعالیٰ کا تحفۂ خاص سمجھ کر قبول کرنا اور پھر اس پر عمل کرنا چاہیئے تاکہ ہم آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی اس کا شعور دینے کے قابل ہو سکیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کفرانِ نعمت سے کل کو ہمیں شرمندہ ہونا پڑے۔

یہ خیال صریحاً غلط بنیاد پر قائم ہے کہ باپردہ خواتین کو معاشرہ عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ اگرچہ کچھ لوگ اسے اچھا خیال نہیں کرتے اور پردہ دار خواتین کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں مگر اس کی وجہ خود ان کا گندہ ماحول اور جہالت ہوتی ہے۔ جو بُرا ہوتا ہے اس کو تو سب ہی بُرے نظر آتے ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ کچھ بُرے لوگوں کے لئے ہم بھی بُرے بنیں۔

ایک بات کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے اور وہ یہ کہ اس سے پردہ کی روح اور اصل برقرار رہے۔ نہ کپڑا اس قدر باریک ہو کہ پردہ کے مقاصد پورے نہ ہوں اور نہ ہی کوٹ یا برقعہ اس قدر تنگ ہو کہ پردہ کا کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔

نظر جھکا کر چلنے کا حکم جہاں مرد اور عورت دونوں کے لئے برابر ہے وہاں یہ دونوں پر فرض بنتا ہے کہ نہ تو مرد بلا وجہ خواتین کو دیکھیں اور نہ خواتین گھروں سے اس حالت میں نکلیں کہ بلا وجہ لوگوں کی توجہ اور نظروں کا نشانہ بنیں کیونکہ یہ بے پردگی ہی ہے جو عورت کو نظروں کا نشانہ بناتی ہے۔

اس بات پر میرا پختہ ایمان ہے کہ اگر پردہ کے اصل مقاصد کو اور اس کی روح کو سمجھ کر اختیار کیا جائے تو وہ بوجھ محسوس نہیں ہوتا بلکہ ایک مضبوط تحفظ کا احساس دلاتا ہے۔

خدا تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اس پر مکمل عمل کی توفیق دے۔

آپ کا خط ملا

مکرم کلیم احمد صاحب اقبال ٹاؤن لکھتے ہیں:۔

چند روز پہلے الفضل کی ایک اشاعت میں ایک مضمون نظر سے گزرا جس میں حضرت امام جماعت الثانی کے مشہور شاعر مرزا غالب کے بارے میں ریمارکس دیئے گئے تھے۔ اسی سے متعلقہ ایک اور واقعہ پیش کر رہا ہوں جو کہ یقیناً قارئین الفضل کی دلچسپی کا باعث بنے گا۔ یہ واقعہ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے اپنی خودنوشت سوانح حیات تحدیثِ نعمت صفحہ ۲۲۲ / ۲۲۳ پر درج فرمایا ہے۔

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ۱۹۲۴ء کے سفر لندن سے واپسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"بحیرہ قلزم سے گزرتے ہوئے ایک چاندنی رات میں حضور معہ رفقاء دوسرے درجے کے اوپر کے عرشے پر تشریف فرما تھے۔ کسی خادم کی گزارش پر ارشاد ہوا کہ حاضرین مجلس میں سے ہر کوئی دو چار شعر سنائے باقی تمام خدام تو تعمیل ارشاد میں کامیاب ہو گئے صرف خاکسار بوجہ شدید

باقی ص پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حافظ محمد صدیق

ایک ماہر انجینئر سے انٹرویو

مکرم قریشی افتخار علی صاحب میرٹھ میں ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام ممتاز علی صاحب تھا وہ احمدی نہیں تھے۔ مکرم قریشی صاحب موصوف نے خود مطالعہ اور تحقیق کے بعد قبولِ احمدیت کا شرف حاصل کیا۔ آپ تک احمدیت کا پیغام آپ کے پھوپھا مکرم مختار احمد صاحب قریشی اور ان کے والد مکرم منشی فیاض علی صاحب کے ذریعہ پہنچا۔ یہ لوگ سرابے کے رہنے والے تھے سرابہ ضلع میرٹھ میں ایک قصبہ ہے بعد میں یہ لوگ کپور تھلہ چلے گئے۔

مکرم قریشی افتخار علی صاحب میرٹھ میں اپنے تایا مکرم منشی تراب علی صاحب کے پاس رہتے تھے۔ منشی تراب علی صاحب بھی احمدی نہیں تھے۔ لیکن قریشی صاحب کے پھوپھا مکرم مختار احمد قریشی اپنے والد مکرم منشی فیاض علی صاحب کے ساتھ اکثر میرٹھ میں مکرم قریشی صاحب کے تایا تراب علی صاحب کے گھر پر آتے رہتے تھے۔ مکرم قریشی صاحب کو ان بزرگوں سے احمدیت کا لٹریچر مل جاتا تھا۔ کیونکہ یہ دونوں بزرگ مکرم قریشی صاحب کے ذریعہ ہی احمدیت کا لٹریچر قریشی صاحب کے والد صاحب کو بھجوایا کرتے تھے۔ ایسے ہی دہلی کی جماعت بھی چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ شائع کرتی تھی یہ ٹریکٹ بھی مکرم قریشی صاحب کو مطالعہ کے لئے مل جاتے تھے۔ مکرم قریشی صاحب موصوف یہ تمام لٹریچر دوران سفر پڑھ لیتے۔ اور پھر اپنے والد صاحب کو جا کر دے دیتے۔

قریشی صاحب موصوف نے بتایا کہ جب قریشی صاحب نے رڑکی میں تھامسن کالج میں داخلہ لیا تو مختار احمد صاحب قریشی نے انہیں باقاعدہ تفصیلی خطوط کے ذریعہ احمدیت کا پیغام دینا شروع کیا۔ مکرم قریشی صاحب بھی ان خطوط کا تفصیلی جواب دیتے تھے اور یہ تحریری گفتگو بیس پچیس صفحات پر پھیلی ہوتی تھی۔ انہی ایام میں قریشی صاحب کو احمدیت کے خلاف بہت سا لٹریچر پڑھنے کا بھی موقعہ ملا۔ آپ نے الیاس برنی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم اور عبداللہ معمار کی کتب بھی مطالعہ کیں۔ اسی سلسلہ میں انگلش میں لکھی ہوئی ایک کتاب "BY PHONIEX" کا بھی آپ نے مطالعہ کیا۔ اس کتاب کے بارہ میں یہ خیال تھا کہ یہ اقبال کی لکھی ہوئی ہے کیونکہ اس میں فلسفیانہ رنگ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دعاوی کا رد لکھا ہوا تھا۔

مکرم قریشی افتخار علی صاحب نے مجھے بتایا کہ ان کی طویل تحریری گفتگو جو وہ اپنے تایا کے ساتھ کر رہے تھے نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی تو انہیں احساس پیدا ہوا کہ انہوں نے دو سال تک کا عرصہ یونہی بحث میں ضائع کر دیا اور پھر یہ خیال بھی پیدا ہوا کہ کہیں وہ خود ہی تو غلط راستہ پر نہیں چل رہے۔ مکرم قریشی صاحب نے بتایا کہ ان ایام میں ان کی پڑھائی بہت متاثر ہوئی۔ جس کالج میں وہ پڑھتے تھے وہاں ڈسپلن کی بہت سختی تھی اگر طالب علم ایک دفعہ فیل ہو جاتا تو کالج سے نکال دیا جاتا۔ آپ کو گھر پر بھی پڑھنے کا کوئی موقعہ نہ ملتا تھا۔ آپ کالج میں لیکچر سنتے اور نوٹس لینے پر ہی اکتفاء کر رہے تھے اس صورت حال نے آپ کو کافی سوچنے پر مجبور کیا۔ آپ کو اس زمانہ میں ذوق و شوق سے تہجد پڑھنے اور دعائیں کرنے کا بھی موقع ملا۔ آپ کے دل میں یہ خیال تو پیدا ہو ہی چکا تھا کہ مذہبی بحث میں کہیں میں ہی غلطی پر تو نہیں۔ اس خیال سے آپ کے اندر ایک بے چینی اور گھبراہٹ کی صورت پیدا ہوئی اور آپ کو دنیا سے بیزاری سی ہونے لگی۔ آپ کے دل میں سوال پیدا ہونے لگا کہ یہ دنیا کیا چیز ہے؟ یہ کیا قصہ ہے! یہ جھگڑے کیوں ہیں؟۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام دنیا کیوں بنائی ہے؟ چنانچہ قریشی صاحب موصوف نے تین لیڈروں سے پوسٹ کارڈ کے ذریعہ پوچھا کہ یہ دنیا کس مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے؟ یہ سوال آپ نے ان تین لیڈروں کو بھجوایا مہاتما گاندھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور حضرت فضل عمر۔ اول الذکر دو بزرگوں نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ حضرت فضل عمر کی طرف سے آپ کو جواب موصول ہوا کہ آپ کا سوال بہت مختصر مگر جامع ہے۔ اس کا جواب خط کی شکل میں مشکل ہے۔ آپ میری کتاب کا مطالعہ کریں۔ اگر یہ کتاب آپ کے پاس نہ ہو تو آپ کو یہ کتاب تحفۃً بھیج دی جائے۔

مکرم قریشی صاحب موصوف نے یہ کتاب اپنے پھوپھا مکرم مختار احمد صاحب قریشی سے حاصل کر لی اور اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔ مکرم قریشی صاحب فرماتے ہیں کہ جوں جوں میں کتاب پڑھتا گیا احمدی ہوتا چلا گیا۔ اور اس کتاب نے دین کا صحیح نقشہ مجھ پر کھول دیا۔ چنانچہ نومبر ۱۹۴۱ء میں آپ نے بذریعہ خط تحریری بیعت کر کے احمدیت قبول کر لی۔

زیارت قادیان

مکرم قریشی افتخار علی صاحب ۱۹۴۲ء میں قادیان جلسہ سالانہ پر تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر آپ کو دو باتوں نے بہت متاثر کیا۔ پہلی بات تو آپ کی ذات سے بھی متعلق تھی وہ یہ کہ حضرت فضل عمر نے اپنی تقاریر میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگ بھی احمدیت میں داخل کرے گا جن کی وہ خود رہنمائی کرے گا۔ چنانچہ مکرم قریشی صاحب نے یہ ارشاد سن کر محسوس کیا کہ آپ بھی انہی لوگوں میں سے ہیں۔ دوسری بات جس سے آپ بہت متاثر ہوتے وہ یہ تھی کہ بیت مبارک کے پاس ہی چائے کی ایک دکان تھی جہاں جلسہ پر آئے ہوئے لوگ چائے وغیرہ پیتے تھے اس دکان پر چائے کے علاوہ خورد و نوش کی اور بھی بہت سی اشیاء تھیں۔ قریشی صاحب اس دکان پر یہ نظارہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ لوگ دکان پر آتے خود ہی مٹھائی اور دیگر کھانے پینے کی اشیاء لے لیتے اور کھانے پینے کے بعد دکان کے مالک کو بتا دیتے اور وہ ان سے پیسے لے لیتا۔ دکاندار کے پاس صرف ایک مددگار تھا اور اتنا عملہ نہیں تھا کہ وہ سب گاہکوں سے نبٹ سکتا۔ لیکن قادیان میں آئے ہوئے احمدیوں کا نمونہ امانت دیانت کے لحاظ سے ایسا تھا کہ دکاندار کو کوئی مشکل پیش نہیں آرہی تھی اور بغیر عملہ کے کام چل رہا تھا۔ اور یہ بات مکرم قریشی صاحب کے لئے بہت حیرت انگیز تھی۔

تحریر لکھنے والے کے کیریکٹر کی عکاسی ہوتی ہے۔

مکرم قریشی صاحب موصوف نے مجھے بتایا کہ رڑکی کالج کے زمانہ میں انہیں حضرت فضل عمر کی متعدد کتب کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا اور حضور کے علم کلام سے آپ پر یہ بات بھی کھلی کہ انسان کی تحریر اس کے کیریکٹر کی عکاسی کرتی ہے۔ مکرم قریشی صاحب نے اس امر کا خود تجربہ بھی کیا اور اس کی مثال میں فونوگراف اور گراموفون سسٹم کا نام لیا۔ آپ نے بتایا کہ انسان کی تحریر ایک قسم کی گراموفون پلیٹ ہے اگر ہم اس پر انگلی پھیریں جیسا کہ گراموفون پلیٹ پر سوئی پھرتی ہے تو آواز پیدا ہوتی ہے بالکل ایسے ہی انسان کی تحریر پر جیسے وہ لکھی ہو انگلی پھیرنے سے تصور میں اس انسان کا کیریکٹر آتا جاتا ہے جس کی وہ تحریر ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ نے بتایا کہ ایک دفعہ آپ کے کلاس فیلوز نے آپ کے سامنے کچھ ایسے لفافے پیش کئے جن پر مختلف ایڈریس لکھے ہوئے تھے اور آپ سے ان لوگوں کے کیریکٹر کے بارہ میں سوال کیا اور جن لوگوں کے نام وہ خطوط تھے ان سے ان خطوط لکھنے والوں کے تعلقات کے بارہ میں بھی آپ سے پوچھا۔ چنانچہ جو جواب آپ نے دیئے وہ نوے فی صد درست تھے۔ اس فن میں آپ اتنے مقبول ہوئے کہ کلاس کے اکثر لڑکوں نے اس بات کو ایک مشغلہ بنا لیا۔ ایک دفعہ ایک لڑکے نے اپنے ایک دوست کا خط آپ کے سامنے رکھا اور اس کے بارہ میں آپ سے پوچھا۔ خط دیکھ کر آپ پر بہت اثر ہوا آپ نے تحریر دیکھتے ہی کہا کہ اس لڑکے کو ٹی۔ بی ہے۔ چنانچہ آپ کا دوست یہ بات سن کر آپ کا مذاق اڑانے لگا اور کہنے لگا کہ آپ یونہی بات اڑا دیتے ہیں۔ مکرم قریشی صاحب نے بتایا کہ چند ماہ کے بعد مکرم قریشی صاحب ہوسٹل میں اپنے اسی دوست کے کمرہ میں گئے تو کیا دیکھتے ہیں وہ بہت ہی افسردہ بیٹھا ہوا ہے۔ آپ نے اس سے افسردگی کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ جس لڑکے کے بارہ میں چھ ماہ قبل بتایا تھا کہ اسے ٹی بی ہے۔ اس کے بارہ میں ڈاکٹروں نے اب اس بیماری کی تصدیق کر دی ہے ایسے ہی ایک دفعہ ایک اور دوست نے آپ کے سامنے ایک خط رکھا اسے دیکھ کر آپ نے بتایا کہ وہ جس کا خط ہے وہ خونی ہے۔ چنانچہ چند ماہ کے بعد اسی شخص کے بارے پتہ چلا کہ اسے اپنی بیوی کو قتل کرنے کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا ہے اسی زمانہ میں لائن "LION" میگزین میں آپ کو اسی موضوع پر مضمون لکھنے کا موقعہ بھی ملا۔ آپ کے مضمون کا عنوان "ریڈنگ دی رائٹنگ" (یعنی تحریر کو پڑھنا) تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انجینئرنگ کے بارے میں چند سوال

مکرم قریشی افتخار علی صاحب بہت ہی ماہر انجینئر ہیں اور اس وقت احمدیہ انجینئرز اینڈ آرکیٹکٹس ایسوسی ایشن کے صدر بھی ہیں۔ اور زندگی وقف کر کے وکالت مال میں بطور وکیل المال ثالث سلسلہ کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں خاکسار نے انجینئرنگ کے بارے میں بھی آپ سے چند سوال کئے تھے جو سوال و جواب کی صورت میں قارئین کے پیش خدمت ہیں۔

مکرم قریشی افتخار علی صاحب احمدیہ انجینئرز اینڈ آرکیٹکٹس ایسوسی ایشن کے صدر ہیں خاکسار نے موصوف سے اس سلسلہ میں پہلا سوال یہ کیا کہ (ARCHITECT) آرکیٹکٹ اور (ENGINEER) انجینئر میں کیا فرق ہے؟

اس سوال کا جواب مکرم قریشی صاحب نے یہ دیا کہ آرکیٹکٹ بلڈنگس کے ڈیزائن، اس کی خوبصورتی، پلاننگ اور اس میں آسائش وغیرہ مسائل سے بحث کرتا ہے جبکہ انجینئر عمارت کے ڈھانچہ اور میٹریل (مسالہ) کے بارہ میں دیکھتا ہے کہ وہ کس قسم کا اور کتنا ہونا چاہیئے۔ یعنی نہ تو غیر ضروری طور پر زیادہ مسالہ ڈالا جائے اور نہ ضرورت سے کم۔

آپ نے بتایا کہ انجینئرنگ کا شعبہ ایسا ہے کہ یہ سارے عالم پر محیط ہے اور اس کی بہت سی شاخیں ہیں چند مشہور شاخیں یہ ہیں سول CIVIL۔ الیکٹریکل ELECTRICAL۔ میکینیکل MECHANICAL۔ انڈسٹریل (INDUSTRIAL) الیکٹرانکس (ELECTRONICS) سول انجینئرنگ کی بہت سی شاخیں ہیں اس میں سب سے معروف بلڈنگس کنسٹرکشن (BUILDINGS CONSTRUCTION) اریگیشن (IRRIGATION) اور سینیٹری انجینئرنگ (SANITARY ENGINEERING) ہے۔

سوال:۔ پاکستان میں سب سے زیادہ کس قسم کے انجینئر موجود ہیں؟

قریشی صاحب موصوف نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ پاکستان میں سب سے زیادہ انجینئر سول کے موجود ہیں اور سول میں اریگیشن کے بھی بہت ہیں کیونکہ دنیا میں سب سے بڑا نہری نظام پاکستان میں ہے۔

مشہور آرکیٹکچرز کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ گوتھک، رومن اور اسلامک آرکیٹکچر دنیا میں زیادہ مشہور ہیں۔

سوال: قدیم تعمیرات بڑی عجیب و غریب عالی شان اور حیران کن ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ اس میں شک نہیں کہ قدیم تعمیر کا کام عالی شان تھا لیکن محدود تھا۔ صرف بادشاہ اور رؤسا اس قسم کی تعمیرات کروا سکتے تھے اور پھر ان کے پاس وقت بھی بہت ہوتا تھا۔ موجودہ دور میں وقت بہت کم ہوتا ہے اور پبلک کو فائدہ اور سہولت پہنچانے کے نقطۂ نظر سے عمارات تعمیر کی جاتی ہیں۔ اور ایسا مسالہ تیار کیا جاتا ہے جس سے جلد سے جلد تعمیر مکمل ہو سکے

سوال: سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے لئے ہمیں کیا طریق اختیار کرنا ہوگا؟

جواب: مکرم قریشی صاحب نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہمارے ہاں بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ تعلیم کے دوران طلباء کو تھیوری تو پڑھا دی جاتی ہے لیکن اس کا باقاعدہ عملی طور پر مظاہرہ نہیں کروایا جاتا۔ جو کہ بہت ضروری ہے۔ بیرونی ممالک میں طلباء جو چیز سیکھتے ہیں انہیں اس کا عملی تجربہ بھی کروایا جاتا ہے۔ ایسے ہی ہمارے ہاں افسر طبقہ فیلڈ میں ہاتھ سے کام کرنا پسند نہیں کرتا بلکہ ہاتھ سے کام کرنے کو عیب سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ہمارے صاحب علم لوگوں کو ترقی کرنے کے لئے خود تجربہ حاصل کرنا چاہیئے اور فیلڈ میں جا کر خود کام کرنا چاہیئے اور یہ چیزیں دوران تعلیم بھی تعلیم کا حصہ ہونی چاہئیں۔ اس کے برعکس ہمارے پاس ایسے لوگ بھی ہیں جن میں صلاحیت تو بہت ہے لیکن وہ خود ورکشاپ میں نہیں جاتے بلکہ اپنے بچوں کو بھیج دیتے ہیں اور بچوں کو بنیادی علم نہیں ہوتا اس لئے وہ ترقی نہیں کر سکتے۔ اگر بچوں کو نصابی تعلیم کے ساتھ عملی تربیت بھی دی جائے تو وہ زیادہ مفید ہو۔ ایسے ہی ہائر ٹیکنالوجی کے جاننے کے لئے بھی بنیادی سائنس کا جاننا بہت ضروری ہے۔ پھر سائنس میں ترقی کے لئے ریسرچ بہت ضروری ہے بعض انسانوں میں کام کا جذبہ ہوتا ہے اور وہ یہ عزم کر لیتے ہیں کہ ہم نے یہ چیز ضرور بنانی ہے تو وہ کچھ نہ کچھ ضرور بنا لیتے ہیں ایسے ہی ہماری لیبارٹریز میں تمام جدید آلات اور سہولتیں میسر ہونا بھی بہت ضروری ہیں اور پھر جو لوگ ان میں کام کریں ریسرچ کریں انہیں تسلی بخش اور معقول مشاہرہ ملنا چاہیئے۔

سوال: سائنس میں ترقی کے سلسلہ میں کیا آپ کسی ملک کی مثال دینا پسند فرمائیں گے؟

جواب: مکرم قریشی صاحب نے چین کا نام لیتے ہوئے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی علم کے حصول کے لئے چین کا نام لیا ہے۔ گویا حضور اکرمؐ کے ارشاد میں چین کے بارہ میں پیشگوئی ہے کہ یہ بہت ترقی کر جائے گا اور یہ ملک اس لحاظ سے قابل تقلید بھی ہے۔ اپنے علم اور تہذیب کے لحاظ سے چین اس زمانہ میں بھی بہت آگے تھا اور اس زمانہ میں بھی جبکہ سارے ملک میں جنگ لگی ہوئی تھی۔ چین والوں نے اپنی تعلیم کو نہیں چھوڑا۔ ان کی صرف نچلے درجہ کی ہی تعلیم نہیں بلکہ یونیورسٹی لیول کی تعلیم بھی جنگ کے دوران کیمپس میں چکر کھاتی تھی۔ لڑائی کے ساتھ بچے تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔

ہمارے ملک میں معمولی سا فساد پیدا ہو تو تعلیمی ادارے بند ہو جاتے ہیں اور بچوں کے تعلیمی سال ضائع ہو جاتے ہیں موجودہ چین کی اور ہماری لائف قریباً قریباً برابر ہے لیکن وہ اتنی بڑی طاقت ہے کہ آج ہم اس سے ایٹمی پاور خریدنے کیلئے کوشش کرتے ہیں۔ اور خود یہ چیزیں تیار نہیں کر سکتے۔ ایسے ہی ہندوستان بھی ہم سے بہت آگے ہے اور اس کے آگے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ سادگی سے کام لیتے ہیں اور اپنی دولت علم کے حصول کے لئے خرچ کرتے ہیں۔

سوال: وولر بیراج کے بارہ میں آجکل اخبارات میں بہت بحث ہو رہی ہے اور اس کی تعمیر کو پاکستان کے لئے خطرہ قرار دیا جا رہا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: پنجاب کی تقسیم سے قبل پنجاب کی ساری ایگریکلچرل اکانومی مندرجہ ذیل دریاؤں پر تھی۔

راوی۔ چناب۔ جہلم۔ سندھ اور ستلج چونکہ یہ تمام دریا ہندوستان سے آتے ہیں اور ہندوستان کو گویا یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ جب چاہے وہاں بند باندھ سکتا ہے۔ اور جب چاہے بندوں سے پانی خالی کر کے ہمارے ملک میں سیلاب لے آئے۔ اس پر پانی کے استعمال کے مسئلہ پر تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا تو باہر کے ممالک نے بھی اس میں دخل دیا اور سندھ طاس منصوبے کے ایک ضابطہ کے ذریعہ تین دریا ستلج۔ بیاس اور راوی یہ کلی طور پر ہندوستان کو دے دیئے اور ان کے پانی پر ہندوستان کو پورا اختیار دے دیا گیا۔ اور چناب جہلم اور دریائے سندھ، یہ پاکستان کو دے دیئے گئے۔ لیکن وولر لیک کا تعلق خاص جہلم سے ہے دریائے جہلم وولر لیک میں سے ہی گزرتا ہے اور یہ چونکہ کشمیر سے آتا ہے اور کشمیر ویلی اس پر انحصار کرتی ہے اس لئے یہ گنجائش بھی رکھی گئی کہ کشمیر کے مقامی استعمال کے لئے دریائے جہلم کے معاون دریاؤں سے ہندوستان چھوٹی چھوٹی نہریں بنا سکتا ہے لیکن اس کے لئے بھی ایک مجموعی تعداد مقرر تھی کہ اتنے مکعب فٹ پانی ہندوستان استعمال کر سکتا ہے۔ یہ بات طے شدہ تھی۔ لیکن دریا تو سارے ہندوستان کے قبضہ میں ہیں۔ اس نے اپنی مرضی سے وولر لیک کا منصوبہ شروع کیا اور منصوبہ یہ بنایا گیا کہ ہم پانی جمع کر کے اس کے ذریعہ نیوی گیشن کریں گے۔ اس سے ٹرانسپورٹ سستی ہو جاتی ہے اور کہا کہ ہمارا جو حق معاون دریاؤں پر ہے اسے ہم چھوڑتے ہیں اس کے بدلے ہمیں وولر بیراج بنانے دیا جائے۔ اس سے پاکستان کو جو نقصان ہے وہ یہ کہ دریائے جہلم میں سب سے جلدی پانی آتا ہے۔ دوسرے دریاؤں میں دیر سے پانی آتا ہے یہاں اپریل میں ہی پانی آجاتا ہے۔ اور اس دریا سے پانی ہماری فصلوں کو پہلے ملتا ہے۔ اگر اس زمانے میں ہندوستان پانی روک لے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمیں پانی دس پندرہ دن تاخیر سے ملے گا۔ اور زراعت میں تو معین وقت بھی بہت ضروری ہوتا ہے۔ اس سے بہت سا رقبہ بغیر کاشت کے رہ جائیگا اور پاکستان کی معیشت متاثر ہوگی۔ اس وجہ سے خصوصاً پنجاب کو سخت

باقی صـ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لجنہ کالم

قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر نے لجنہ اماء اللہ کراچی سے خطاب کرتے ہوئے ۱۸ ، مارچ ۱۹۴۸ء کو فرمایا ۔

" انسانی فطرت اللہ تعالٰے نے ایسی بنائی ہے کہ وہ عام طور پر ان امور کی طرف زیادہ توجہ کرتا ہے جو یقینی ہوتے ہیں ۔ اور پھر جتنا جتنا اس کا یقین بڑھتا جاتا ہے ۔ انسان کا عمل بھی ترقی کرتا جاتا ہے ۔ اور جتنا جتنا یقین کم ہوتا جاتا ہے ۔ انسان کا عمل بھی کم ہوتا چلا جاتا ہے ۔ سوائے ان لوگوں کے جو خود سستی کرتے اور غفلت سے کام لیتے ہیں ورنہ یقین ایک ایسی چیز ہے ۔ جس کا عمل کے ساتھ نہایت گہرا تعلق ہے ۔ کوئی انسان دیدہ دانستہ زہر کی پڑیا نہیں کھاتا ۔ کوئی انسان دیدہ دانستہ سانپ کے بل میں اپنا ہاتھ نہیں ڈالتا ۔ کوئی انسان دیدہ دانستہ شیر کی کچھار میں نہیں جاتا ۔ کوئی انسان دیدہ دانستہ اونچے مینار کی چوٹی سے اپنے آپ کو نہیں گراتا ۔ خودکشی کرنے والے کا معاملہ ایک استثنائی صورت رکھتا ہے ۔ کیونکہ وہ خود اپنے لئے موت چاہتا ہے ۔ اس کو نظر انداز کرتے ہوئے کوئی اور انسان جان بوجھ کر ایسا فعل نہیں کرتا ۔ جس سے اس کی ہلاکت واقع ہو ۔ غلطی سے ایسا ہو جائے تو اور بات ہے ۔ مثلاً بعض لوگ ایسی چھت پر سوتے ہیں جس پر منڈیر نہیں ہوتی ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے ۔ کہ رات کے وقت وہ بعض دفعہ اچانک نیچے گر کر ہلاک ہو جاتے ہیں ۔ دیہات میں عام طور پر مسلمان بھی ایسا ہی کرتے ہیں ۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صریح طور پر فرمایا ہے کہ ایسی چھت پر نہیں سونا چاہیئے جس کی منڈیر نہ ہو ۔ مگر چونکہ اس ہدایت کی خلاف ورزی کی جاتی ہے ۔ اس لئے رات کے وقت بعض دفعہ جب وہ اپنی کسی ضرورت کے لئے اُٹھتے اور نیچے آنا چاہتے ہیں تو اندھیرے میں بجائے اس کے کہ جس طرف سیڑھیاں اترتی ہوں ادھر جائیں وہ دوسری طرف چلے جاتے ہیں اور یہ سمجھ کر کہ وہ سیڑھیاں اتر رہے ہیں ۔ جب اپنا پاؤں نیچے رکھتے ہیں تو زمین پر گر جاتے اور بسا اوقات ہلاک ہو جاتے ہیں ۔ مگر بہر حال ایسا دیدہ و دانستہ نہیں ہوتا غلطی سے ہوتا ہے ۔ اسی طرح بعض دفعہ دشمن کھانے میں زہر ملا دیتا ہے اور انسان بے خبری میں اسے کھا جاتا اور مر جاتا ہے ۔ لیکن یہ بھی دیدہ و دانستہ نہیں ہوتا ۔ غلطی سے ہوتا ہے ۔ بہر حال یقینی طور پر جب کسی شخص کو علم ہو کہ فلاں چیز سے مجھے نقصان پہنچے گا ۔ تو وہ غلطی کا مرتکب نہیں ہوتا ۔ اور یہ بات انسانی زندگی میں ہم اتنی کثرت سے دیکھتے ہیں کہ اسے بطور اصل اور قانون کے پیش کیا جاسکتا ہے ۔ انسانی زندگی کے مختلف احوال اور مختلف کاموں پر جب نگاہ دوڑائی جائے تو ہر عمل کم و بیش یقین کے ساتھ تعلق رکھتا نظر آتا ہے "۔

بقیہ انٹرویو

نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے ۔

مکرم قریشی افتخار علی صاحب اپنے شعبے کے ماہر ہیں ۔ اور محکمہ آبپاشی کے چیف انجینئر کے عہدے سے ریٹائر ہونے کے بعد خدمات سلسلہ بجا لا رہے ہیں ۔

اللہ تعالٰے آپ کی عمر اور صحت میں برکت دے اور بیش از پیش خدمات دین بجالانے کی توفیق دے ۔

نادار مریضوں کیلئے عطایا بھجوائیں

فضل عمر ہسپتال میں نادار اور مستحق مریضوں کا علاج مفت کیا جاتا ہے ۔ جماعت کے صاحب حیثیت اور مخیر احباب سے گذارش ہے کہ وہ اپنے نادار بھائیوں کے علاج کے لئے " مد امداد مریضان " میں زیادہ سے زیادہ عطیات بھجوائیں

یہ عطیہ جات براہ راست مد امداد مریضان خزانہ صدر انجمن احمدیہ یا ہسپتال ہذا کے ذریعہ جمع کروائے جاسکتے ہیں

(ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ)

شکر للہ ! مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل
کیا ہوا گر قوم کا دل سنگ خارا ہوگیا

اخبار احمدیہ

مد امداد مریضاں

مندرجہ ذیل احباب نے مد امداد مریضان فضل عمر ہسپتال میں مبلغ پانچصد روپے یا اس سے زائد رقم جمع کروائی ہے ان کے اسماء گرامی بغرض دعا تحریر ہیں ۔

۱ ۔ مکرمہ والدہ صاحبہ اسلم حیات پراچہ سرگودھا ۔/۵۰۰
۲ ۔ مکرمہ نگہت صاحبہ اہلیہ شکور احمد صاحب گوٹے برگ ۔ سویڈن ۔/۵۰۰
۳ ۔ مکرمہ والدہ حشمت منیر صاحبہ ۔/۵۰۰
۴ ۔ والد محترم قاضی محمد منیر صاحب ۔/۵۰۰
۵ ۔ مکرمہ نصیرہ رملہ صاحبہ ڈاہری بنت رئیس عبداللہ خان صاحب ڈاہری نواب شاہ سندھ ۔/۸۲۵
۶ ۔ مکرم بشیر احمد صاحب و مسز بشریٰ بشیر صاحبہ ۔ حال گیمبیا ۔/۵۰۰

ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ۔ ربوہ

بقیہ :۔ آپ کا خط ملا

حجاب کے قاصر رہا ۔ آخر میں بندہ خدام کی گزارش پر حضور بھی شعر سنانے پر رضامند ہو گئے ۔ لیکن ارشاد فرمایا کہ سب احباب قریب ہو جائیں ۔ میری آواز زیادہ فاصلہ پر سنی نہ جائے گی ۔ خاکسار تو پہلے ہی حضور کے دست راست پر بیٹھا تھا ۔ باقی سب احباب قریب ہو گئے اور حضور نے غالب کی

غزل

اے تازہ واردان بساط ہوائے دل

کچھ ایسے درد انگیز لہجہ میں سنائی کہ سب کی آنکھیں پُر نم ہو گئیں ۔ بمبئی پہنچنے پر خاکسار حضور سے رخصت حاصل کر کے اسی شام لاہور روانہ ہو گیا "۔

ولادت

• مکرم سعید احمد صاحب طاہر محلہ دارالعلوم غربی ربوہ کو اللہ تعالٰے نے ۵ ، دسمبر کو لڑکا عطا فرمایا ہے ۔ نومولود مکرم حافظ محمد سلیمان صاحب کا نواسہ اور مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب کا پوتا ہے ۔ اور تحریک وقف نو میں شامل ہے ۔ احباب دُعا کریں کہ اللہ تعالٰے نومولود کو نیک ۔ صالح اور خادم دین بنائے اور بابرکت عمر عطا فرمائے ۔

خریداران الفضل متوجہ ہوں

الفضل کے وہ خریداران جو اپنا پرچہ بذریعہ ڈاک موصول کرتے ہیں ان سے درخواست ہے کہ وہ براہِ کرم اپنے پوسٹ کوڈ سے اطلاع دیں تاکہ ان کے پتے کی چٹوں پر درج کیا جاسکے ۔

(مینیجر)

توسیع اشاعت الفضل

مندرجہ ذیل احباب نے کچھ رقوم بطور عطیات ادارہ الفضل کو ارسال کی ہیں ۔ احباب ان کیلئے دعا کریں ۔

۱ ۔ مکرم ڈاکٹر محمد اقبال صاحب دیپالپور چوک اوکاڑہ ۔ ۱۰۰
۲ ۔ مکرم جناب ریاض محمود صاحب سیٹھ کالونی اوکاڑہ ۔ ۱۰۰
۳ ۔ مکرم جناب حاجی غلام محی الدین صاحب صادق حلقہ النور سوسائٹی کراچی ۔ ۲۰۰
۴ ۔ مکرم جناب عمران اکبر صاحب حلقہ دستگیر کراچی ۔ ۲۰۰
۵ ۔ مکرم چوہدری شفقت حیات صاحب ماڈل کالونی کراچی ۔ ۲۰۰
۶ ۔ مکرم مرزا نذیر احمد صاحب حلقہ محمود آباد کراچی ۔ ۱۰۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ملکی خبریں

o سپریم کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس محمد حلیم نے جو ۳۱ر دسمبر کو ریٹائر ہو رہے ہیں ۔ اپنے اعزاز میں فل کورٹ ریفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ بھٹو کیس میں سپریم کورٹ کے اختلافی فیصلے پر مجھے فخر ہے تاریک دنوں میں یہ فیصلہ دیکر عدلیہ نے اپنی آزادی برقرار رکھی ۔

o پاکستان کے اعلیٰ فوجی افسروں نے یقین ظاہر کیا ہے کہ کہوٹہ پلانٹ کو نشانہ بنانا آسان کام نہیں ہے ۔

o پاکستانی فوج کی جنگی مشقوں "ضرب مومن" کے نتیجے میں جن علاقوں کی فصلوں کو نقصان پہنچا ہے ان کا معاوضہ دینے کیلئے مختلف ٹیموں نے اندازے لگانے کا کام شروع کر دیا ہے

o اپوزیشن نے ۳۰ر دسمبر ۸۹ء کو حکومت کے ساتھ بات چیت کرنے سے انکار کر دیا ہے ۔ یہ بات چیت کھاد کی فراہمی کے مسئلے پر ہونے والی تھی ۔

o گورنمنٹ کالج جھنگ کے طلباء اور رکن اسمبلی کے حامیوں کے درمیان مسلح تصادم ہو گیا ۔ دو پولیس والے اور آٹھ طلبہ زخمی

o لاہور میں فی الحال لوڈ شیڈنگ نہیں ہو گی دیگر شہروں میں مارچ تک لوڈ شیڈنگ ختم کر دی جائے گی ۔

o وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے صدر غلام اسحق خان سے سوا گھنٹہ تک ملاقات کی یحییٰ بختیار کے استعفیٰ اور نئے اٹارنی جنرل کے تقرر پر تبادلہ خیال کیا ۔

o حکومت پنجاب نے تعلیمی اداروں کی موسم سرما کی تعطیلات منسوخ کر دی ہیں ۔

o بتایا گیا ہے کہ ضرب مومن کی فوجی مشقوں کے دوران صرف چھ فوجی ہلاک ہوئے جبکہ کئی افراد معمولی زخمی ہو گئے

غیر ملکی خبریں

o رومانیہ میں صدر چاؤ شسکو کی معزولی کے بعد بخارسٹ اور دوسرے مقامات میں جو جنگ و جدال بھڑک اٹھا تھا وہ دوسرے دن بھی جاری رہا ۔ خفیہ پولیس کے اراکین جو ابھی تک صدر کے وفادار ہیں فوج کا مقابلہ کر رہے ہیں بخارسٹ کا مرکزی علاقہ بظاہر فوج کے زیر قبضہ ہے لیکن مشین گنوں اور بھاری مارٹروں کی مائرنگ اب بھی جاری ہے ڈاکٹروں کے حوالے سے معلوم ہوا ہے کہ کم از کم ایک ہزار افراد لقمۂ اجل ہوتے ہیں خفیہ پولیس کے ایک ہزار چھاتہ بردار جوان ٹمی شوارا کے علاقے میں اتارے گئے تاکہ فوج کا مقابلہ کرنے والے اپنے ساتھیوں کو وہ کمک پہنچا سکیں ۔ اسکے جلد ہی بعد ریڈیو سٹیشن کے اطراف میں گولیاں چلنی شروع ہوئیں

صدر چاؤ شسکو اور انکی بیوی پر عدالت عالیہ نے مقدمہ چلایا گیا اور سزائے موت کے فیصلہ اور اُسکی توثیق کے بعد دونوں کو گولی مار دی گئی ہے ۔

مورخہ ۲۰ ، دسمبر ۸۹ء کو خوشاب کے ایک خادم مکرم قاسم محمد صاحب ناصر کو مخالفین کی طرف سے زدوکوب کرنے کی خبر شائع ہوئی ہے ۔ جس میں یہ لکھا گیا ہے کہ یہ مورخہ ۱۶ ، دسمبر ۸۹ء واقعہ ہے ۔ جبکہ یہ واقعہ مورخہ ۱۴ ، دسمبر ۸۹ء کا ہے ۔ قارئین تصحیح فرمالیں ۔

ڈپٹی کمشنروں کو کوئی بھی اخبار اور رسالہ بند کرنے کا اختیار مل گیا

ملکی سلامتی کے منافی خبریں شائع کرنیوالے جریدے کیخلاف کارروائی کی جائے ۔ صوبائی حکومت

جھنگ (نمائندہ جنگ) معلوم ہوا ہے کہ حکومت پنجاب نے ایک مراسلہ میں پنجاب کے تمام ڈپٹی کمشنروں کو اختیار دے دیا ہے کہ وہ کسی بھی اخبار، ہفت روزہ یا ماہنامہ رسالہ کو سولہ ایم پی او کی کارروائی کر کے بند کر سکتے ہیں ۔ مراسلہ میں کہا گیا ہے کہ جو کوئی بھی جریدہ ملک کی سلامتی اور بقا اور سماج دشمن عناصر اور دیگر خبروں کو غلط طور پر شائع کرتا ہو اس کے خلاف کارروائی کی جائے ۔

(جنگ ۲۱ ، دسمبر ۱۹۸۹ء)

Special power given to Punjab DCs & DMs

From Our Correspondent

MUZAFFARGARH, Dec 21: The Punjab Government has entrusted Deputy Commissioner and District Magistrates with special powers to stop or suspend the publication of any daily, weekly, periodical, newspaper and magazine under maintenance of Public Ordinance's Section 16.

According to a circular issued by the Punjab Government all District Magistrates, were empowered to take action against the publishers printers and editors of the newspapers and magazine under MPO-16 whenever they realise that any periodical or daily newspaper was printing provocative and objectional material

4 DAWN FRIDAY DECEMBER 22, 1989

وقفِ عارضی اصلاحِ نفس کا ذریعہ ہے

قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب نے فرمایا

"تحریک وقفِ عارضی کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو لوگ وقفِ عارضی پر جاتے ہیں ان کو اپنے نفس کا بعض پہلوؤں سے محاسبہ کرنا پڑتا ہے ۔ جانے سے قبل انہیں اپنی بعض کمزوریوں کی طرف توجہ ہو جاتی ہے ۔ اور دعاؤں کی طرف ان کی توجہ مائل ہو جاتی ہے ۔ یعنی وقفِ عارضی پر جانے کی جو تیاری ہے اس کا بڑا حصہ یہ ہے کہ وہ دعاؤں کی طرف متوجہ ہوتے اور اپنی دینی معلومات میں اضافہ کرتے یا انہیں تازہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ جانے سے پہلے کتب کا زیادہ مطالعہ کرتے ہیں ۔ اور کچھ کتب اپنے ساتھ لے جاتے ہیں ۔ وہ سوچتے ہیں اور اپنی عقلوں اور کمزوریوں پر نگاہ رکھتے ہیں ۔ اور انہیں دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ ان کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ دوسری جگہ جائیں تو لوگوں کے لئے نیک نمونہ بنیں ، ان کے لئے ٹھوکر کا باعث نہ بنیں ۔ چنانچہ وقفِ عارضی کے وفود نے دعاؤں کی برکات سے بہت فائدہ اٹھایا ہے ۔ (روزنامہ الفضل ۱۲ ، فروری ۱۹۷۷ء)

زیر نگرانی
حکیم عبدالحمید اعوان
ابن
حکیم نظام جان

فون ۷۴۸۴۴ / ۷۶۴۹۷ ، ۴۳۱

برانچیں :
ربوہ : اقصیٰ چوک نزد لیٹر بکس
ملتان : نزد پرانی کوتوالی حضوری باغ روڈ
چوک قلعہ کالر والہ : تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ
کراچی : محمود آباد نمبر ۳ نزد شبینہ ڈاکخانہ

خواتین کیلئے انتظام کے ساتھ

سنہ ۱۹۱۱ء سے مصروفِ خدمت
مشہور دواخانہ (رجسٹرڈ)
چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ پوسٹ بکس نمبر ۱۹۰

• نرینہ اولاد سے محروم
• بے اولاد
• اٹھرا ۔ سوکھا ، گرمی ، گیس
کا
علاج کرنے والے